© rasailojaraid.com

سید عطاء المحسن بخاری

''نظام کی تبدیلی''

نعرہ......... یا .... نظریہ؟

۱

ہمارے اخبار نویس، کالم نویس، نقاد، ادیب اور وہ تمام کے تمام لوگ جو اخبارات سے متعلق ہیں، موجودہ نظام اور اس کے برگ و بار کے بارے میں پریشان تو ہیں مگر آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ لوگ اس نظام کی کون سی کل سیدھی کرنا چاہتے ہیں اور اس کی کون سی برائی سے پریشان ہیں۔ البتہ ان کے عجیب و غریب فقروں سے، جو فقر وفاقہ اور عسرت و تنگئ معاش پر چست کیے گئے کچھ اشارات ملتے ہیں مثلاً .... ''اندیشوں کی گرمی اتنی ہے کہ آبگینۂ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے'' .... اور یہ کہ ...... ''جس ظالمانہ نظام کے ساتھ ہم سب بندھے ہوئے ہیں اسے تبدیل کرنے کی ہمت کوئی بھی نہیں کر رہا۔ جس طرح کوئی سگ آوارہ کسی گاڑی سے ٹکرا جائے تو اس کی لاش کو ہٹانے کی بجائے گاڑیاں مسلسل اس کے اوپر سے گزرتی رہتی ہیں حتّٰی کہ وہ سڑک کا جزو بن جاتا ہے کہ اسے وہاں سے الگ کرنا ممکن ہی نہیں رہتا'' .... ایک اور صاحب رقم طراز ہیں کہ........ ''جب کسی نظام میں اصلاح کی گنجائش اور بہتری کی امید نہیں رہتی تو پھر وہ نظام بھی نہیں رہ سکتا۔ اس نظام کی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ یہ تبدیلی مثبت بھی ہو سکتی ہے منفی بھی۔ انقلاب بھی آ سکتا ہے اور بغاوت بھی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا انقلاب اور خانہ جنگی کے دوراہے پر آن کھڑی ہوئی ہے'' .... عیسائیوں کے نئے سال کے حوالے سے فکر فردا میں مبتلا لوگ یہی کچھ سوچتے ہیں اور لوگوں کو حیرانی کے صحرا اور قبرستان کی ویرانیوں کی نذر کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کیفیت ان افراد کی ہے جو مالی فراوانی کے سنگھاسن پر براجمان ہیں۔ جو دھنی ہیں قلم کے بھی اور سکھ چین کے بھی۔ ان کی تحریروں سے جھلکتا ہے کہ یہ نظام کی خرابیوں کے غم میں ''سلگ رہے ہیں۔ فلاح آدمیت کی انہیں بہت چنتا ہے۔ ان کے بس میں ہو تو زندگی کے نشیب کو فراز بخش دیں۔ لیکن وہ فراز صرف فرازِ معاش ہو گا۔ اخلاق، اعمال، رویے اور جذبے توجہوں کے توں رہیں گے۔ جیسے اب ہیں، یعنی نماز غائب، روزہ ندارد، ''غرقِ مے ناب'' کلمہ، قرآن، ورد و شغل، ذکر و فکر......... سگریٹ کے مرغولوں میں دھواں دھواں اور پھر شعر خانے سے لڑکھڑاتی آوازوں کا شور اٹھے گا......... یہ زندگی دھواں دھواں، '' ''اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو، '' استحصال اور استبداد مردہ باد۔ یعنی گھوم گھام کے وہی دولت، وسائل دولت اور ان پر انہی لڑکھڑانے والوں کا قبضہ، جائز یا ناجائز۔ کسی مقام پہ آ جا کسی بہانے مل......... اے لکشمی دیوی جی! دولت کے حصول کے لئے پربھورام کے ہاں جانا بھی ان کی انا کے خلاف نہیں۔ گویا سارا نظاموں کا گورکھ دھندا دیوی کے گرد گھومتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ساری تگ و دو اور ساری کاوشِ قلم اسی ہیزم کشی کے لئے ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو پھر امریکی ڈالر، برطانوی پاؤنڈ اور یورپی یورو کو حاصل کرنے والے اسرائیلی، امریکی، برطانوی، ایرانی اور پاکستانی برابر ہی تو ہوئے۔ اور یہ ایک ہی ترازو میں تولے جائیں گے۔ پاکستانیوں کی پھر خصوصیت کیوں ہوئی کہ جب سارے کے سارے دیوی کو ہی پوجتے ہیں اور اسی کے لئے جیتے مرتے ہیں، اسی نظام میں راضی ہیں، اس زرنکی کے دروازے سے سب کی آشا کو سکون ملتا ہے تو پھر تبدیلی، انقلاب یا بغاوت جیسی سوچ کیوں؟ پھر ایسے لوگ تو دیس کے دشمن اور آشاؤں کے مرگھٹ ہیں۔ تبدیلی اگر پسند ہے اور اس کی خواہشیں بھی کسمساتی ہیں تو جس تبدیلی کو اللہ پسند فرماتا ہے اس کی آس لگاؤ، اس کی جوت جگاؤ۔ اس تبدیلی کا من موہنا نام ہے "اسلام"۔ جس میں نہ صرف معاشی مسئلہ حل ہوتا ہے بلکہ تمام دکھوں کا مداویٰ بھی اسی میں ہے۔ وہ اخلاقیات ہوں یا معاملات۔ جذبوں کی قدر بھی اسی میں ہے، رویوں کی بہتری بھی اسی میں ہے۔ اس تبدیلی کی طرف قدم سے قدم ملاؤ، کندھے سے کندھا ملاؤ اور اس پر جی جان سے قربان ہو جاؤ اور ایسے ہو جاؤ

خوشا وہ دیوانگی کا عالم کہ ہوش دنیا کا ہو نہ دیں کا
بس ایک سر ہو اور ایک سودا کسی کے گیسوئے عنبریں کا

شراب پی کر شعر کہنے والا، حرام کاری کر کے عفت و عصمت اور پاکیزگی کی مثنوی پڑھنے والا، لاکھوں روپے ڈکار کے غربت کے افسانے لکھنے والا، رشوت سے پلا ہوا پلا بھوک کی داستان سنانے والا، اچھے کردار سے محروم حرمتوں کی پاسبانی کرنے والا، جھوٹ کے فسوں کا دلدادہ، سچ کا کڑوا گھونٹ پیئے۔ تصنع، بناوٹ، تملق، چاپلوسی کی خوئے بد اور بتانِ وہم و گماں کے اسیر و نخچیر قمار باز اور رات کے شہباز کیا تبدیلی لائیں گے۔ ان کے آب خورے میں جو چھلکتا ہے وہی باہر بھی چھلکے گا۔ عفونت عام ہوگی۔ زن تہی آغوش بے لگام ہوگی۔ خباثت و دناست سر چڑھ کر ناچے گی، سفلہ پن اور خوش پوشی راج کرے گی۔

۲

۱۹۳۷ء سے پہلے مسلم لیگ بھی دیگر نیشنلسٹوں کی طرح ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کی خود فریبی میں مبتلا رہی۔ اسی سال صوبہ جاتی کونسلوں کے الیکشنوں میں مسلم لیگی امیدواروں نے ہندو سرمایہ دار سے خوب امداد لی لیکن وزارتوں کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو مسلم لیگی ٹولے نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ پھر ۱۹۳۸ء کے اجلاسوں میں پوری قوت کے ساتھ کانگریس کے خلاف کام شروع کر دیا۔ اسی سال مسٹر محمد علی جینا نے کروٹ لی اور برطانیہ سے واپسی پر مسلم لیگ کے ناخدا کا عہدہ سنبھال لیا اور چودھری رحمت علی مرحوم کے مجوزہ پاکستان کا نعرہ پسند کر لیا۔ دو سال کی تگ و دو کے بعد ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان لاہور منٹو پارک میں منظور کر لی گئی جس سے تحریک آزادی کا رخ مڑ گیا اور اب یہ تحریک ہندوؤں کے ہندوستان اور مسلمانوں کے پاکستان کی تحریک بن گئی۔ اس لیگی تحریک کے جیالوں نے سن ۴۴ء اور ۴۵ء میں نیشنلسٹ علماء و زعماء کی جی بھر کے بے عزتی کی۔ ان کی عزت و آبرو کو خوب خوب بھنبھوڑا، لتاڑا اور جھنجھوڑا ....

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک نعرہ ہر لیگی کارکن کی زبان پر سجا دیا گیا .... "پاکستان کا مطلب کیا، لاالہ الا اللہ"۔ تب سے اب تک یہی نعرہ فضا کو مرتعش کر رہا ہے، گونج رہا ہے، مگر اس کا ارتعاش اور گونج روز بروز پستیوں کی طرف گامزن ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعرہ بھی دیگر نعروں کی طرح سیاسی گرم بازاری کا نعرہ تھا۔ حقیقت پر مبنی اعتقادی نظریہ نہیں تھا۔ اگر یہ نعرہ اپنی حقیقتوں کیساتھ جلوہ نما ہوتا تو پاکستان میں لاالہ الا اللہ کی حکمرانی ہوتی۔ مگر پاکستان کا مطلب تو ہسٹاریکل لاج کی چھت پر کھڑا اپنے مستقبل کی طرف ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا ہے، زبان حال سے ساٹھ برس پر محیط ماضی کی نوحہ خوانی کر رہا ہے، مسلم لیگیوں کو مسلسل شرم پروف بنا رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔.........

تم سے کہیں ملا ہوں مجھے یاد کیجئے
بھولی ہوئی صدا ہوں مجھے یاد کیجئے

اور اب ساٹھ سال بعد جھوٹ کا دوسرا خوبصورت روپ سامنے آیا ہے .... "شریعت بل" .... ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پیکر شرافت و نجابت محمد نواز شریف صاحب اس بل کے ویسے ہی بانی مبانی ہیں جیسے نظریہ پاکستان کے بانی چودھری رحمت علی مرحوم تھے۔ چودھری صاحب کے پاکستان کو تو مسٹر محمد علی جیناح لے گئے تھے۔ دیکھیں انہیں کون ملتا ہے۔

ع .... دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پر گہر ہونے تک

جہاں تک جمہوریت کے تابع پارلیمنٹ کا تعلق ہے تو ان پارلیمانی جمہوریت زادوں سے تو اس کی توقع ہی کارِ عبث ہے۔ چھوٹا جمہورا اگر ہاں کہ بھی دے تو بڑا جمہورا زنبور بن کر کام تمام کر دے گا یعنی .... کارِ طفلاں تمام خواہد شد

پھر سب سے بڑی رکاوٹ جو شریعت بل کی راہ میں کوہِ گراں ہے، وہ ہے میاں صاحب کی سودی معاملہ میں دوغلی پالیسی۔ نام شریعت کا لیتے ہیں اور سود کے حق میں اپیل بھی کر رکھی ہے۔ اسے واپس لینے کے ظاہری آثار بھی نظر نہیں آتے اور بقول اپوزیشن میاں صاحب کا ذاتی سود جو انہیں ہر سال وصول ہوتا ہے ایک ارب روپے سے متجاوز ہے اور جتنا کاروبار ہے وہ تمام سود پر مبنی ہے۔ نیز میاں جی نے جو قرض لے رکھا ہے اس پر بھی تو سود لگ رہا ہے جو میاں جی نے ادا کرنا ہے۔ اتنے تضادات ہیں شریعت کے نفاذ اور میاں جی کے ذاتی کردار میں

تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشا ایست

اور ہمارے دیس کے باسیوں میں جو لذتیں اقتداریوں نے بانٹ دی ہیں ان لذتوں سے دست کش ہونے کے لئے سیڈان پاکستان مسلمان تو آمادہ نہیں۔ اور یہی لذتیں اجتماعی تشکیک پیدا کرنے کا سبب ہیں۔ جدھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نگاہ اٹھائیے لذتیت کا صد زبوں سنگ راہ بنا ہوا ہے۔ جس سے گفتگو ہوتی ہے وہی شرعی زندگی کو تنگنائے بتاتا ہے۔ مشرقی ملبوس میں مغرب کے اتنے پیوند لگ چکے ہیں کہ اس کو زیب تن کرنے والا اس کی لذتوں میں کھو چکا ہے۔ محمد نواز شریف صاحب یا محمد رفیق تارڑ صاحب کی کیا بساط کہ وہ ان چیتھڑوں کو پھاڑ سکیں۔ ایسا کام تو انقلابی لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔ جو لوگ زندگی کی آسائشوں میں گھر چکے ہوں وہ کلفتوں سے نباہ نہیں کر سکتے! خزاں دیدہ تو بہاروں کی لذتوں کا قدر دان ہو سکتا ہے۔ مگر بہاروں، مصنوعی آبشاروں اور ویجی ٹیبل رویّوں کا رسیا خزاں کی بادِ سموم کی تاب نہیں لاسکتا۔ مشقتوں، محنتوں اور مشکلوں میں لمحاتِ حیات سے نبرد آزما رہنے والا تو کسی پہلو سے زندگی کی گاڑی کھینچ لے جائے گا لیکن راحتوں، آسائشوں اور لذتوں کا دلدادہ راستے میں دم توڑ دے گا۔ جیسے میاں صاحب دم توڑتے نظر آتے ہیں۔ ان کی کشتیٔ مراد ساحل آشنا ہوتی نظر نہیں آتی اور اس کے سوار خوار ہوتے دکھائی دیتے ہیں (اللہ کرے یہ میری نظر کا دھوکہ ہو۔) میاں صاحب توجہ فرمائیں۔

ڈوبی یہیں کہیں ہے مری کشتیٔ الفت
موجیں تڑپ رہی ہیں کنارے اداس ہیں

میاں صاحب جس منزل پر کھڑے آپ اسے منزلِ مراد سمجھ رہے ہیں کہیں کسی بے دین دانشمند کا تارِ قفس نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دو چار ہاتھ لبِ بام رہتے ہوں اور "ٹٹ جائے تڑک کر کے" .... یہ سہانا خواب بکھر جائے۔ اس سے بہتر ہے کہ اسے مصلحت آمیز جھوٹ جان کر چھوڑ دیجئے، کہیں یہ بھی ساٹھ برس پرانے دیمک خوردہ لیگی صحیفے کی طرح نیاز خم خوردہ لیگی وظیفہ نہ بن جائے۔

من نمی گویم زیاں کن یا بہ فکرِ سود باش
ای زفرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش

بقیہ: از ص ۱۷

ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک تو تم خطرے میں ہو، دوسرے تمہارا ملک خطرے میں ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے جو تعلیم یافتہ نوجوان یہاں آرہے ہیں، اگر وہاں رہتے تو جو دس بیس آدمی ان کے ماتحت کام کرتے ان کو تقویت ہوتی۔ ان کے والدین اور ہم قوم افراد کو تقویت ہوتی۔ عرب ممالک کے نوجوان کثرت سے یہاں ہیں، اگر یہ اپنے وطن میں ہوتے تو اسے منظم بناتے، طاقتور بناتے اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچاتے۔ محض تنخواہ کی زیادتی اچھے مکان اور بہتر خورد و نوش کے لئے یہاں آنا یہ بات بہت سوچنے کی ہے۔ آپ کو مجھ سے یہ توقع ہوگی کہ میں آپ کے لئے دل خوش کن باتیں کرتا، میں نے وہ باتیں کہیں جس سے آپ کے دل کو چوٹ لگے اور آپ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔ بشکریہ: ماہنامہ نسیم۔ برطانیہ

© rasailojaraid.com